THE ALHAKAM, QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

دورِ جدید

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب
احمدی عرفانی

قیمت فی پرچہ دو آنہ

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
مجاہد مصری عرفانی

قیمت سالانہ

والیان ریاست سے ۱۰ر
حکام و امراء سے ھ
معاونین سے للعہ
عوام سے صمہ
ممالک غیر سے ۱۲ آر

مدینۃ المسیح

قادیان دار الامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷ر ۱۴ر ۲۱ر ۲۸ر تاریخ کو

خدا تعالیٰ کے فضل

اور

رحم کے ساتھ

شائع

ہوتا ہے

جلد ۳۷ | ۷ر مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۲۰ر ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ یوم چہار شنبہ | نمبر (۸)

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ بنصرہ کا اظہارِ مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

"مکرمی شیخ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی کہ آپ الحکم پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کرے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی عظیم الشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن"

خاکسار

میرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

(۱۷ر جنوری ۱۹۳۴ء)

کچھ اپنی نسبت

الحمد للہ میں اب یومًا فیومًا صحت کی طرف ترقی کر رہا ہوں احباب کی دعاؤں نے میری مدد کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے مجھے پہلے ہی بشارت دے دی تھی کہ اس مردِ محی کے ذریعہ مجھے قطرۂ حیات دیا گیا ہے میرا ایمان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعاؤں کے صدقہ میں

مجھے حیات نو دی ہے

احباب دعا کریں کہ میں تلافی مافات کر سکوں

الحکم کے بقا کے لئے دو سو ۲۰۰ ایسے دوستوں کی ضرورت ہے جو اسی خلوص اور نیت کے ساتھ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بازو کو قائم رکھنا ہے۔

دس روپیہ سالانہ چندہ

دیں۔ میں بعض خاص دوستوں کو اس کے لئے تحریک کروں گا۔

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ الحکم کے دورِ ابتلا میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت اولوالعزم نے یہ تحریک الحکم کے لئے عملاً فرمائی تھی اور

تحریک محمودی

کے عنوان سے مینے شائع کی تھی۔ میرے دوستو! یہ سکّے کوئی بڑی چیز نہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمائے ہوئے **بازو** کے قیام کا فخر آپ کو مل جائے زندہ قومیں مردوں کو بھی زندہ کر دیتی ہیں۔ میری تو خواہش ہے کہ ابد تک بھی زندہ ہو۔

آئندہ اس کالم میں ان دوستوں کے اسمائے گرامی وقتاً فوقتاً تحریک کے لئے شائع ہونگے جو الحکم کی توسیع اشاعت یا اس کے معاونین میں شمولیت کی سعادت حاصل کریں گے

احمدی انجمنوں کے کارکنوں سے میں ایک مخلصانہ درخواست کرتا ہوں۔ ان کی خدمت الحکم کا کوئی پرچہ بھیجنے کی تجویز کر رہا ہوں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو کہ الحکم کیا ہے؟ اور اس کی کیوں ضرورت ہے۔ یاد رکھو تبلیغ اور تربیت ذاتی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود باجود ایک زبردست دلیل اور برہان ہے۔ ہر انجمن اگر بہ حیثیت انجمن الحکم کا ایک پرچہ خرید لے اور اپنے بجٹ میں اسکو لازمی قرار دے لے تو

الحکم کے بقا کیلئے

کسی مزید تحریک کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انجمنوں کے کارکن اس پر توجہ کریں

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **صحابہ** سے وہ جہاں کہیں ہوں یہ

درخواست

کرتا ہوں کہ وہ اپنے حالات قبول سلسلہ کے متعلق اور سلسلہ میں شامل ہونے کے بعد جو فیض و برکت انہوں نے حاصل کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی خاص بات جو انہیں یاد ہو۔ وہ مجھے لکھ کر بھیجدیں۔

یہ ایک امانت ہے انکے پاس

ضرورت ہے کہ اسکو ہم دوسری مخلوق تک پہنچائیں۔ الحکم یہی کام کرنا چاہتا ہے۔

آپ اس کام میں اسکے معاون ہوں اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم دیگا۔ (عرفانی)

یادِ رفتگان

حضرت ثاقب سلمہ اللہ تعالیٰ نے "یاد رفتگان" کے عنوان سے ایک نظم ارسال فرمائی ہے۔ یہ نظم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے جلیل القدر صحابہ کی یاد کو ایسے طرز پر تازہ کر رہی ہے کہ دل میں ایک درد اٹھتا ہے۔ پرانی صحبتوں کی یاد ایمان کو تازہ کرتی ہے۔ حضرت ثاقب کی جائز شکایت ہے۔ کہ ان کی پہلی نظم کی طباعت میں بعض غلطیاں کتابت و طباعت میں رہ گئی ہیں۔ میں اسکے لئے خواستگار معافی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں بستر علالت پر پڑا ہوں۔ اور اس قسم کی فروگذاشتوں سے وہ اپنے کلام کو بند نہ کریں۔ (خادم عرفانی)

یاد ہیں وہ دن کہ تھے ہم بزمِ احمدؐ کے شریک
کہتے تھے اشعار تر، اور نقد دے دیتے تھے داد
سُنتے تھے اور جھومتے تھے، اور فرماتے تھے ہاں!
اِس دلآرائی و دلداری سے ہمت تھی بلند
جب برآمد ہوتے تھے ایوانِ عالی سے حضور
سیر میں رفتارِ حضرت "تیز تر او چست" تھی،
سیر سے آکر تھکن تھی اور نہ اعضا میں دکھن
فیض تھا روح القدس کا گفتگوئے پاک میں
حبذا تھا کیا شکوہ و شان اس دربار میں
حضرت صافی کے وہ بیدار کن خطبے کہ واہ!
مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ
مردِ فارس آسماں سے لایا قرآں کے حروف
قادیاں میں اک بہشت جاوداں کا تھا سماں
جی یہ بن جائے نہ کیوں اُن صحبتوں کی یاد میں

صُحبتِ خلد آشیاں ظلِّ محمدؐ کے شریک
حضرتِ احمدؑ اور اُن کے لطف بیجا کے شریک
پھر کہو یہ شعر تر اے بزمِ احمد کے شریک
ہو چلے تھے منتہی، تھے گرچہ ابجد کے شریک
در پہ حاضر رہتے تھے سب آمد آمد کے شریک
گفتگو تھی صاف اور الفاظ آمد کے شریک
نوجواں کا سا تھا زور اس سیر سرمد کے شریک
نیک ہو جاتے تھے صحبت میں گو بد کے شریک
اور درباری تھے اک عیشِ مخلد کے شریک
تھے جو نوردین استادِ مجدد کے شریک
وحی کے جوہر تھے اس تیغ مہنّد کے شریک
اور رہنے والے تھے قصرِ زبرجد کے شریک
کیا مبارک تھے جو تھے اس بزمِ احمدؐ کے شریک

جاننے پہچاننے والے ہیں عرفانی فقط
ثاقب مغموم کے آلام ممتد کے شریک

الحکم کا مطالبہ

اگر آپ ابھی تک خریدار نہیں تو ہو جائیے۔ اگر آپ نے ابھی تک کوئی خریدار نہیں دیا۔ تو اگلی اشاعت سے پہلے دے دیجئے۔

(مینیجر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ کا ایک ورق

اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کا ہر واقعہ ان کی ہر حرکت و سکون ہر آن و ادا اپنے اندر ایک بیش قیمت اخلاقی اور روحانی سبق رکھا کرتی ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو خدا تعالیٰ کی کتاب مجید یہ نہ فرماتی

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

مگر بہت ہی تھوڑے لوگ ہوتے ہیں جو ایک **باریک نظر** اور قلب سلیم کے ساتھ ماموروں کی زندگی کے ہر واقعہ کو اپنے لئے **ایمان افزا اور بصیرت افروز** بنا لیتے ہوں۔

ہر کام اللہ ہی کی رضا کیلئے کرتے

مجھے جب سے اللہ تعالیٰ نے دار الامان میں رہنے کی سعادت عطا فرمائی۔ میں حضور کی زندگی کو پڑھنے کا شوقین رہا۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ

کوئی کام آپ کا اللہ کی رضا کے بغیر نہیں

ہر کام میں یہی مقصد رہا۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء کے سالانہ جلسہ پر ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء کو تقریر کرتے ہوئے **فرمایا**

"میں تو یہی پسند کرتا ہوں اور نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ میری **طبیعت** اور **فطرت** کا یہی **اقتضا ہے کہ جو کام ہو اللہ کے لئے** ہو۔ جو بات ہو خدا کے واسطے ہو۔ اگر اللہ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل میرا مقصد نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے تقریریں کرنی اور وعظ سنانا تو ایک طرف

میں تو ہمیشہ خلوت ہی کو پسند کرتا ہوں اور تنہائی میں وہ لذت پاتا ہوں جو بیان نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں بنی نوع انسان کی ہمدردی کھینچ کر باہر لے آتی ہے۔ اور اللہ کا حکم ہے جس نے **مجھے تبلیغ کے لئے مامور کیا ہے**"

دنیوی مقاصد کبھی پیش نظر نہ تھے

حضرت اقدس کی زندگی کو جن لوگوں نے نہایت قریب سے اور نہایت غور سے پڑھا ہے وہ اس نتیجہ پر بالاتفاق آئے ہیں کہ **دنیا اور اس کے مالوفات** کبھی آپ کے پیش نظر نہ تھے۔ میں ذیل میں دو واقعات درج کرتا ہوں جو آپکی **اندرون خانہ** زندگی سے تعلق رکھتے ہیں جو تنہائی کی زندگی ہے۔ مریدین اور مخلصین کی کوئی جماعت آپ کے ارد گرد اسوقت موجود نہیں۔ جہاں کوئی احمق یہ کہہ سکتا ہے کہ شاید تکلف سے ایسا کہا ہو۔ بلکہ اپنے **اہل بیت** کے زمرہ میں ہیں۔ **حضرت خلیفۃ المسیح ثانی** ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اسوقت بچے تھے۔ اور انٹرنیس کے امتحان میں شریک ہوئے تھے۔ تازہ بتازہ امتحان دے کر واپس آئے تھے۔ آپ کے متعلق سلسلہ کلام شروع ہوا کسی نے کہا کہ میاں صاحب بہت دبلے ہو گئے ہیں۔ ان کو اپنی کمزوری کا خیال کر کے سخت فکر لگی ہوئی ہے۔ کہ **فیل نہ ہو جاؤں**۔ اسپر حضرت صاحبزادہ صاحب سے کسی بہت پیار کرنے والے نے کہا کہ

آپ دعا کریں کہ یہ پاس ہو جاویں

اس پر حضرت **حجۃ اللہ** مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا۔ وہ آپ کی **صداقت** اور دنیا اور اسکے مالوفات سے قطعاً بے تعلق ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ اس جواب سے آپکی **قلبی کیفیت** اور **سیرۃ** کی شان بلند اور نمایاں ہے فرمایا:۔

"ہمیں تو ایسی باتوں کی طرف توجہ کرنے سے کراہیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم ایسی باتوں کیلئے دعا نہیں کرتے۔ ہمکو نہ نوکریوں کی ضرورت ہے اور نہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ امتحان اس غرض سے پاس کئے جاویں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ **علوم متعارفہ میں کسی قدر دستگاہ پیدا کرلیں جو خدمت دین میں کام آئے پاس فیل سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کوئی غرض"**

ابناء دنیا اپنے بچوں کے امتحانوں میں کامیابی کے لئے کس قدر مضطرب اور قلق ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ اور اسکے لئے وہ ہر قسم کے جائز و ناجائز وسائل تک استعمال کرنے سے بھی مضائقہ نہیں کرتے ان کا سارا ہم و غم اور زندگی کی ساری امیدیں اس **امتحانی کامیابی** سے وابستہ ہوتی ہیں۔ اور یہی سب سے بڑا اہمیت اُن کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کو پڑھو اور بار بار پڑھو کہ وہ اپنے پیارے بچے کے لئے کیا چاہتا ہے؟

"علوم متعارفہ میں کسیقدر دستگاہ پیدا کرلے جو **خدمت دین میں کام آئے**"

وہ اس کی زندگی کا پروگرام اور نصب العین **خدمت دین** قرار دیتا ہے

حضرت **مخدوم الملۃ** مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ جو نہایت باریک نظر سے اور نہایت ہی قریب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کو پڑھنے والے تھے وہ فرماتے تھے کہ:۔

"میاں محمود والا واقعہ سن کر میرے دل میں آپ کے منجانب اللہ ہونے کی نسبت اور بھی بہت زیادہ مضبوط ایمان پیدا ہو گیا ہے۔ اسلئے جیسا کہ میں ہر موقعہ پر دیکھتا ہوں۔ اس موقعہ پر بھی وہی تجربہ سچا ثابت ہوا۔ کہ حضرت اقدس کے پیش نظر دین اور اعلائے دین ہی ہے **محض دنیا کی طرف نہ کبھی توجہ ہوئی ہے نہ کبھی متوجہ ہونا پسند کرتے ہیں**" چنانچہ ایک دن فرمایا:۔

"جب کوئی شخص محض دنیا کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہے طبیعت میں بہت **کراہیت** پیدا ہوتی ہے لیکن جب کسی کی درخواست خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ یا کوئی شخص کسی ابتلاء میں **محض دین کی خاطر مبتلا ہوتا ہے یا ستایا جاتا ہے۔ اسوقت دعا کے لئے بے اختیار تحریک ہوتی ہے**"

یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ ہمیشہ سے آپ کی عادت یہی رہی ہے چنانچہ اس کی تائید میں ایک بہت پرانا واقعہ پیش کرتا ہوں اسوقت نہ آپکے گرد مریدوں کا حلقہ تھا اور نہ دنیا آپ کو اس شان سے جانتی تھی۔ یہ ۱۸۸۴ء کی پہلی سہ ماہی کا واقعہ ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب (مرحوم و مغفور) نے ان ایام میں تحصیلداری کا امتحان دیا تھا۔ انھوں نے حضرت کو دعا کے لئے ایک خط لکھا۔ حضور خود اس کا تذکرہ ایک دوست کو ۱۱ مئی ۱۸۸۴ء کو ایک مکتوب کے دوران میں یوں فرماتے ہیں:۔

مرزا سلطان احمد صاحب کی درخواست دعاء

"عرصہ تین ماہ کا یا کچھ کم و بیش ہوا ہے کہ اس عاجز کے فرزند نے ایک خط لکھ کر مجھ کو بھیجا کہ میں نے امتحان تحصیلداری کا دیا ہے۔ اس کی نسبت دعا کریں کہ پاس ہو جاؤں۔ اور بہت کچھ انکسار اور تذلل ظاہر کیا کہ ضرور دعا کریں **مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر ہم و غم ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی یہ تمام تر نفرت اور کراہت سے چاک** کر دیا۔ اور دل میں کہا کہ ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے پیش کروں"

اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ فعل پسند آیا۔ اسوقت **الہام** ہوا کہ

"پاس ہو جائیگا"

میرا مقصد اس موقعہ پر صرف اس واقعہ کو پیش کرنا ہے کہ کبھی [illegible] کسی حال میں بھی حضرت نے اس کو پسند نہ فرمایا ✱

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے بعض مختلف پہلوؤں کا ذکر مینے کیا ہے۔ آج میں ایک اور خاص پہلو کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی بعثت ہے۔ اس لئے آپ کے وجود میں رحمت اور رافت کا رنگ بہت غالب ہے۔ اور میں آپ کی دعاؤں کے سلسلے میں انشاء اللہ یہ بتاؤں گا کہ آپ کی دعاؤں کا سلسلہ مخلوق الٰہی کے لئے کس قدر وسیع ہے۔ مگر یہاں جس امر کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں کے لئے بھی کبھی بد دعا نہیں کی۔ یہاں تک کہ امرتسر میں عبدالحق غزنوی سے جو مباہلہ ہوا تھا اس میں بھی آپ نے اس کے لیے بد دعا نہیں کی۔ بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔ کہ اگر میں مفتری ہوں اور تیری طرف سے نہیں آیا۔ تو مجھ پر ایسا عذاب نازل کر کہ کسی مفتری پر نازل نہ ہوا ہو۔ اور یہی وہ فقرات تھے جس نے امرتسر کی عیدگاہ میں ایک فضائے رقت پیدا کر دی تھی اور میدان بکا بن گیا تھا۔ اسی فقرہ نے حافظ محمد یوسف ضلعدار کے بھائی حافظ محمد یعقوب پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ کود کر آگے آیا کہ

میری بیعت قبول کریں

یہ گویا اس مباہلہ کی کامیابی کا پہلا نشان تھا۔ غرض آپ نے کبھی اپنے دشمن کے لئے بھی بد دعا نہیں کی جہانتک میری تحقیقات ہے دو موقعہ ایسے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی بد دعا کی صورت نہیں۔

ایک مرتبہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے **اشاعۃ السنہ** کی ایک جلد شائع کی۔ اور اس میں دل کھول کر اس نے گالیاں دیں۔ اور اسی قدر سخت مخالفت کی کہ اسے پڑھ کر شرم آتی تھی۔ وہ گالیوں کا پلندہ اس نے قادیان ایک آدمی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فوراً عربی زبان میں ایک فقرہ لکھ دیا کہ

"اے اللہ اگر یہ شخص مجھ پر اس قسم کے الزام لگانے میں سچا ہے تو دنیا میں اس کی عزت و اکرام پیدا کر دے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو اس سے

مواخذہ کر۔"

یہ آخری لفظ تو اس سے مواخذہ کر" آپ نے لکھا اور دنیا میں جس قدر مواخذہ اس سے ہوا۔ اور اس کی رہی سہی عزت جاتی رہی۔ وہ دنیا نے دیکھی۔ یہ بھی بد دعا نہ تھی۔ بلکہ ایک طلب انصاف و فریاد داد تھی۔ ایسا ہی ایک موقعہ پر راولپنڈی کے ایک بزرگ کی نسبت ایک واقعہ ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ہی جلد بصیرت دیدی۔ اور اللہ تعالیٰ کے اخذ سے وہ بچ گیا۔ اس کی زندگی کا وہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ غرض حضرت کی طبیعت میں رحم اور کرم سجیہ تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

ہاں! اپنی صداقت و منجانب اللہ ہونے پر آپ کو اس قدر یقین اور بصیرۃ تھی کہ ہمیشہ جب کبھی موقعہ آیا آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کیا۔ کہ اگر میں مفتری اور کذاب ہوں تو مجھے پارہ پارہ کر۔ اور ایسا عذاب نازل کر کہ اس کی نظیر نہ ہو۔

اس قسم کی دعاؤں کے بعد دیکھا گیا کہ آپ کا اکرام اور اعزاز بڑھا۔ جماعت میں ترقی ہوئی۔ آپ کے کاموں میں ہر قسم کی قربانیاں کرنے والے سعادت مندوں کی تعداد بڑھی۔ ایسے ہی ایک موقع کی ایک دعا کو میں ذیل میں دیتا ہوں

مولوی محمد حسین بٹالوی نے بٹالہ پولیس کے ساتھ مل کر حضرت اقدس کے خلاف ایک فوجداری مقدمہ بنوایا اس مقدمہ کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمنوں کے ارادے نہایت خطرناک ہیں۔ ان حالات میں آپ نے **حقیقۃ المہدی** کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب لکھی۔ اور اس کے شروع میں ایک نظم لکھی جو ایک **پرہیبت اور پرشوکت دعا ہے**۔ حضور کی صداقت پر زبردست دلیل ہے۔ آپ کو اپنے **منجانب اللہ** ہونے پر کس قدر بصیرت تھی وہ اس کے ایک ایک لفظ سے ظاہر ہے۔ اور اس میں خصوصیت سے دعا کی گئی ہے کہ میں اگر صادق نہیں ہوں تو مجھے پارہ پارہ کر دے اور میرے دشمنوں کو شادکام کر۔ اگر میں تیرا ہی ہوں تو پھر **میری بریت کے لئے آ**

چنانچہ پہلے ۶ شعر ایک جدا شان رکھتے ہیں۔ آخری آٹھ کا انداز الگ ہے۔ آخری فیصلہ سے ایک روز قبل یہ کتاب لکھی گئی اور شائع ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ **اس دعا کی قبولیت کا حیرت انگیز اثر ظاہر ہوا کہ**

خدا تعالیٰ آسمان سے اتر آیا اور اپنے بندے کی تائید و نصرت کا حیرت انگیز نشان اس نے دنیا کو دکھا دیا۔

اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر اس دعائیہ نظم اور اس کے اردو ترجمہ کو نیچے دیتا ہوں:-

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر — گر تو دیدستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا بیار — ہر مراد شاں بفضل خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تبہ کن کار من
در مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کار کن — اندکے افشائے آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جوئندۂ — واقفی از سوز ہر سوزندۂ
زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم — زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابرائے من — اے تو کہف و ملجا و ماوائے من
آتشے کاندر دلم افروختی — وز دم آں غیر خود را سوختی

ہم ازاں آتش رخ من بر فروز
ویں شب تارم مبدل کن بروز

یعنی:- اے میرے قادر زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! اے میرے رحیم اور مہربان اور ہادی آقا! اے دلوں کے بھیدوں کے جاننے والے جس پر کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے۔ اگر تو مجھے شرارت اور فسق سے بھرا ہوا پاتا ہے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ میں ایک بدطینت آدمی ہوں۔ تو تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر کے ہلاک کر دے۔ اور میرے اس مخالف گروہ کے دلوں کو خوشی و راحت بخش۔ اور ان پر اپنی رحمت کے بادل برسا۔ اور ان کی ہر خواہش کو اپنے فضل سے پورا فرما۔ اور اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو تو میرے در و دیوار پر اپنے غضب کی آگ نازل کر۔ اور خود میرا دشمن بنکر میرے کاروبار کو تہہ و برباد کر دے۔

لیکن اے میرے آقا! اگر تو مجھے اپنے بندوں میں سے سمجھتا ہے اور اپنے آستانہ کو میرا قبلہ توجہ پاتا ہے اور میرے دل میں اس محبت کو دیکھتا ہے۔ جسے تو نے دنیا کی نظروں سے اس کی شامت اعمال کی وجہ سے پوشیدہ رکھا ہے تو اے میرے خدا میرے ساتھ محبت کا معاملہ کر۔ اور اس چھپے ہوئے راز کو ظاہر ہونے دے۔

اے وہ کہ جو ہر تلاش کرنے والے کی طرف خود چل کر آتا ہے۔ اور اے وہ کہ جو ہر سوز محبت میں جلنے والے کی سوزش قلب سے آگاہ ہے۔ میں تجھے اس تعلق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ جو میرے دل میں تیرے لئے ہے۔ اور اس محبت کو یاد دلا کر عرض کرتا ہوں کہ جس درخت کو مینے اپنے دل میں نصب کیا ہے کہ مجھے ان الزاموں سے بری کرنے کے لئے خود اٹھ۔ ہاں اے میری پناہ اور میرے ملجاؤ ماوے تو ایسا ہی کر۔ وہ آتش محبت جو تو نے میرے دل میں شعلہ زن کی ہے جس کی لپٹوں سے تو نے میرے دل میں غیر کی محبت کو جلا کر خاک کر دیا ہے۔ اب ذرا سی آگ سے میرے ظاہر کو بھی روشن فرما۔

اور اے میرے مولا! میری اس تاریک و تار رات کو دن سے بدل دے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملفوظات

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الحکم ۲۸ فروری ۱۹۳۴ء)

سوال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتفین مبارک کے درمیان جو مہر نبوت بتلائی جاتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ رسولی کی طرح تھی اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تقریر حضرت اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ایک فروعی بات ہے۔ مگر یہ بات اپنے سچے جوش اور اخلاص سے کہتا ہوں کہ میرا ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نشان نبوت کو رسولی وغیرہ کے الفاظ سے نسبت دینا ایک مومن اور سچے مسلمان کا کام نہیں۔ یہ گستاخی اور شوخی ہے جو کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ہم کو ایسے معاملات میں زیادہ تفتیش اور چھان بین کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ مہر نبوت کیا تھی؟ اور کیسی تھی؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے بشارات نشانات بیّن اور واضح طور پر رکھے تھے۔ ان میں سے ایک مہر نبوت بھی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باوجود سے انبیاء علیہم السلام کو ایسی ہی نسبت ہے۔ جیسی کہ ہلال کو بدر سے ہوتی ہے؟ ہلال کا وجود ایک تاریکی میں ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ کمال کو پہنچ کر بدر بن جاتا ہے۔ تو وہ بدر اپنی پہلی حالت ہلال کا مثبت اور مصدق ہو جاتا ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے۔ تو پہلے نبی اور ان کی نبوتوں کے پہلو مخفی رہتے۔ اب سوچو اور بتلاؤ کہ کیا موجودہ اناجیل سے انسان طریق توحید کا پتہ لگا سکتا ہے؟ کیسی حیران کرنے والی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کا نبی اس کی توحید کو قائم کرنے کے لئے آیا کرتا ہے۔ یا اپنی خدائی منوانے؟ پس اب موجودہ انجیل نے یہی نہیں کہ طریق توحید کو گم کیا۔ بلکہ ساتھ ہی حضرت عیسٰے علیہ السلام کی رسالت اور نبوت کو اڑا دیا۔ اور چہ جائیکہ وہ خدا یا ابن خدا بنے۔ ان کو نبی کے درجہ سے بھی گرا کر معاذ اللہ بہت بڑے درجہ کا آدمی بنا دیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات نے آکر ان کی تعلیم کو زندہ کیا۔ اور خود مسیح کی اپنی ذات اور وجود کے لئے مسیحائی کی کہ اس کو مردوں سے نکال کر اس زندگی میں داخل کیا جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور رسولوں کو دی جاتی ہے۔ تعلیم وہی کامل ہو سکتی ہے۔ جو انسانی قویٰ کی پوری مربی اور مشتمل ہو۔ نہ یہ کہ ایک ہی پہلو پر واقع ہوئی ہو۔ انجیل کی تعلیم کو دیکھو کہ وہ کیا کہتی ہے۔ اور اس کے بالمقابل قویٰ کیا تعلیم دیتے ہیں۔ انسانی قویٰ اور فطرت خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب ہے۔ پس اس کی قولی کتاب جو کتاب اللہ کہلاتی ہے۔ یا اسے تعلیم الٰہی کہو اس کی ساخت اور بناوٹ کے مخالف اور متضاد کیونکر ہو گی؟

اسی طرح پر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو انبیاء سابقین کے اخلاق۔ ہدایات۔ معجزات اور قوت قدسیہ پر اعتراض ہوتے۔ مگر حضور نے آکر ان سب کو پاک ٹھہرایا۔ اسلئے آپ کی نبوت کے نشانات سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ اور بے انتہا اور بے شمار ہیں۔

پس آپ کی نبوت یا نشانات نبوت پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ دن چڑھا ہوا ہو۔ اور کوئی احمق نابینا کہدے کہ ابھی تو رات ہی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ دوسرے مذاہب تاریکی ہی میں رہتے اگر اب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے۔ ایمان تباہ ہو جاتا۔ اور زمین لعنت اور عذاب الٰہی سے تباہ ہو جاتی۔ اسلام شمع کی طرح سوز ہے۔ جس نے دوسروں کو بھی تاریکی سے نکالا ہے۔ توریت پڑھو تو بہشت اور دوزخ کا پتہ بھی ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔ انجیل کو دیکھو تو توحید کا نشان نہیں ملتا۔ اب بتلاؤ کہ اس میں تو شک نہیں کہ یہ دونوں کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھیں اور ہیں لیکن اس میں کونسی روشنی مل سکتی ہے۔ سچی روشنی اور حقیقی نور جو نجات کے لئے مطلوب ہے۔ وہ اسلام ہی میں ہے۔ توحید ہی کو دیکھو کہ جہاں سے قرآن کو کھولو وہ ایک شمشیر برہنہ نظر آتا ہے۔ شرک کی جڑ کاٹ رہا ہے۔ ایسا ہی نبوت کے تمام پہلو ایسے صاف اور روشن نظر آتے ہیں۔ کہ ان سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ ختم نبوت کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جہاں تک دلائل اور معرفت طبعی طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ وہی حد ہے جس کو ختم نبوت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ملحدوں کی طرح نکتہ چینی کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔ ہر بات میں بینات ہوتے ہیں۔ اور ان کا سمجھنا معرفت کاملہ اور نور بصر پر موقوف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ایمان اور عرفان کی تکمیل ہوئی۔ اور دوسری قوموں کو روشنی پہنچی۔ کسی اور قوم کو بیّن اور روشن شریعت نہیں ملی۔ اگر ملتی تو کیا وہ عرب پر اپنا کچھ بھی اپنا اثر نہ ڈال سکتے عرب سے وہ آفتاب نکلا کہ اس نے ہر قوم کو روشن کیا۔ اور ہر بستی پر اپنا نور ڈالا۔ یہ قرآن کریم ہی کو فخر حاصل ہے کہ وہ توحید اور نبوت کے مسئلہ میں کل دنیا کے مذاہب پر فتحیاب ہو سکتا ہے۔ یہ فخر کا مقام ہے۔ کہ ایسی کتاب مسلمانوں کو ملی۔ جو لوگ حملہ کرتے ہیں۔ اور تعلیم و ہدایت اسلام پر معترض ہوتے ہیں۔ وہ بالکل کور باطنی اور بے ایمانی سے بولتے ہیں۔ مثلاً کثرت ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے بہت عورتوں کی اجازت دی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا کوئی ایسا دلیر اور مرد میدان معترض ہے جو ہم کو یہ دکھلا سکے کہ قرآن کہتا ہے کہ ضرور ضرور ایک سے زیادہ عورتیں کرو۔ ہاں یہ ایک سچی بات ہے۔ اور بالکل طبعی امر ہے۔ کہ اکثر اوقات انسان کو ضرورت پیش آجاتی ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ عورتیں کرے۔ مثلاً عورت اندھی ہو گئی یا کسی اور خطرناک مرض میں مبتلا ہو کر اس قابل ہو گئی۔ کہ خانہ داری کے امور سرانجام نہیں دے سکتی۔ اور مرد از راہ ہمدردی یہ بھی نہیں چاہتا کہ اسے علیحدہ کرے۔ یا رحم کی خطرناک بیماریوں کا شکار ہو کر مرد کی طبعی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی۔ تو ایسی صورت میں اگر نکاح ثانی کی اجازت نہ ہو۔ تو بتلاؤ اس سے بدکاری اور بد اخلاقی کو ترقی نہ ہو گی؟ پھر اگر کوئی مذہب و شریعت ازدواج کو روکتی ہے۔ تو یقیناً وہ بدکاری اور بد اخلاقی کی موید ہے لیکن اسلام جو دنیا سے بد اخلاقی اور بدکاری کو دور کرنا چاہتا ہے۔ اجازت دیتا ہے کہ ایسی ضرورتوں کے لحاظ سے ایک سے زیادہ بیویاں کرے۔ ایسا ہی اولاد کے نہ ہونے پر جبکہ لاولد کے پس مرگ خاندان میں بہت ہنگامے اور کشت و خون ہونے کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ایک ضروری امر ہے کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرکے اولاد پیدا کرے۔ بلکہ ایسی صورت میں نیک اور شریف بیبیاں خود اجازت دیدیتی ہیں۔ پس جس قدر غور کرو گے یہ مسئلہ صاف اور روشن نظر آئے گا۔ عیسائی کو تو حق ہی نہیں پہنچتا کہ اس مسئلہ پر نکتہ چینی کرے۔ کیونکہ ان کے مسلمہ نبی اور ملہم بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بزرگوں نے سات سات سو اور تین تین سو بیبیاں کیں۔ اور اگر وہ کہیں کہ وہ فاسق و فاجر تھے۔ تو پھر ان کو اس بات کا جواب دینا مشکل ہو گا کہ ان کے الہام خدا کے الہام کیونکر ہو سکتے ہیں۔

عیسائیوں میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو نبیوں کی شان میں ایسی گستاخیاں جائز نہیں رکھتے۔ علاوہ ازیں انجیل میں صراحت سے اس مسئلہ کو بیان ہی نہیں کیا گیا۔ لنڈن کی عورتوں کا زور ایک باعث ہو گیا کہ دوسری عورت نہ کریں۔ پھر اسکے نتائج خود دیکھ لو کہ لنڈن اور پیرس میں عفت و تقوے کی کیسی قدر ہے۔ ایسا ہی دوسرے مسائل غلامی اور جہاد پر بھی ان کے اعتراض درست نہیں کیونکہ توریت میں ایک لمبا سلسلہ ایسی جنگوں کا چلتا ہے حالانکہ اسلام کی لڑائیاں ڈیفنس (دفاعی) ہیں۔ اور دو طرف

دس سال ہی کے اندر ختم ہو گئیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ مسائل ان کی کتابوں سے نکال سکتا ہوں۔ اور ایسے ہی میرا دعویٰ ہے کہ تمام صداقتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اگر کوئی مدعی ایسی صداقت پیش کرے کہ وہ قرآن میں نہیں۔ میں اسے نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔ اسلامی شریعت نے وہ مسائل لئے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پر اسلام کے لئے مطلوب ہیں۔ اور جو ہر پہلو سے اس کے قوٰے کی تربیت کرتے ہیں۔ ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ہاں! اسلام کے جو اعتراضات غیر مذاہب پر ہیں وہ ان کا جواب نہیں دے سکتے۔

پس میں پھر کہتا ہوں کہ بڑی باتوں کو استخفاف اور استہزا کی نظر سے نہ دیکھیں۔ استہزا سے کفر کا اندیشہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا ادب اور خوف ہونا چاہیئے ہر ایک عارف ان باتوں کے ہزار ہا جواب دے سکتا ہے کیا چہروں میں ایسی علامات نہیں ہوتیں۔ جن کو دیکھ کر ہم ایک سعید اور شقی۔ بدمعاش اور خوش اطوار میں تمیز کر سکتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ جھوٹوں کا منہ نہیں۔ اب وہ کونسا نشان تھا جو جھوٹوں میں ہوتا ہے۔ اور آپ میں نہ تھا۔ ایک امتیاز تو تھا۔ جس کو بصیرت والا انسان دیکھ سکتا ہے ایسا اندھا اور احمق کون ہے۔ جو نیک اور بد کو چہرہ سے دیکھ کر تمیز نہیں کر سکتا۔ مومن کے چہرہ اور اس کے ہر عضو کو امتیاز بخشتا ہے۔ اور اس کے باخدا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت میں ایک خصوصیت ہو تو بتلاؤ اس سے کیا استبعاد لازم آتا ہے سب کچھ ممکن ہے۔ بالآخر یاد رکھو کہ یہ ایک فروعی بات ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ ان باتوں میں پڑیں۔ اصول پر بحث ہونی چاہیئے۔ اصول کے اثبات پر فروع خود ہی ثابت ہو جاتی ہے۔ ایمان لانا ضروری ہے اس کی کیفیت اور کنہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا ضروری نہیں۔ دشمن اگر گفتگو کرے۔ تو ہم اس کو روک سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات پر ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام وغیرہ امور ایمانی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ان سب باتوں کا ماننا اصول ہے اور باقی امور ان پر متفرع ہیں۔ اور یہ سب صفائی کے ساتھ ثابت شدہ صداقتیں ہیں۔

تعلیم اسلام ایسی صاف ہے کہ ہر قوت کو اعتدال اور عین محل پر رکھتی اور تربیت کرتی ہے۔ اور یہ عظیم الشان معجزہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ دوسری تعلیمیں ایسی نہیں۔ کسی کا ناک نہیں تو کسی کے کان نہیں ہیں۔ غرض وہ ناقص اور ادھوری ہیں۔ مکمل خلقت تعلیم اسلام ہی کی ہے توحید۔ صفات باریتعالےٰ نبوت اور اخلاق فاضلہ تکمیل نفس وغیرہ ضروری امور جن کا انسان محتاج ہے وہ ایسے کامل اور روشن طور پر بیان ہوئے ہیں ان میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ باقی امور کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر کھاتے تھے؟ کتنے بڑے نوالے لیتے تھے؟ ان جھگڑوں میں پڑنے کی مومن کو کیا ضرورت ہے؟ مدار نجات ان باتوں پر نہیں ہے۔ ایسی باتیں جو اثر کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ اگر وہ نبوت حقہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ مشابہ ہیں تو ایمان لائیں۔ ورنہ تاویل کریں۔ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اس پر چھان اور چھنیں کر کے لمبی اور فضول بحثوں میں پڑیں۔

ختم نبوت کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ خاتم النبیین کے بڑے معنے یہی ہیں کہ نبوت کے امور کو آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا۔ یہ تو موٹے اور ظاہر معنے ہیں۔ دوسرے یہ معنے ہیں کہ کمالات نبوۃ کا دائرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ قرآن نے ناقص باتوں کا کمال کیا۔ اور نبوت ختم ہو گئی۔ اسلئے الیوم اکملت لکم دینکم کا مصداق اسلام ہو گیا۔ غرض یہ نشانات نبوت ہیں۔ ان کی کیفیت اور کنہ پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اصول صاف اور روشن ہیں اور وہ ثابت شدہ صداقتیں کہلاتی ہیں۔ ان باتوں میں مومن کو ضروری نہیں۔ ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی مخالف اعتراض کرے تو ہم اس کو روک سکتے ہیں اگر وہ ضد ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ پہلے اپنے جزئی مسائل کا ثبوت دے۔

الغرض مہر نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان نبوت میں سے ہے۔ جس پر ایمان لانا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔"

اس کے بعد مولوی قطب الدین صاحب نے سوال کیا

سوال

روح کا جو تعلق قبور سے بتایا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟

حضرت اقدس کا جواب

اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ارواح کا تعلق قبور کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ ہاں یہ دوسرا امر ہے کہ اس تعلق کی کیفیت اور کنہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ہمارا فرض ہو سکتا ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔ اور اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہ امر اسی قسم کا ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ **حقائق الاشیاء** کے معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں۔ بعض خواص آنکھ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں کہ حس مشترک سے ان کا سراغ چلتا ہے۔ اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قوٰے یعنے دل سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ نے صداقت معلوم کرنے کے لئے مختلف طرق اور ذریعے رکھے ہیں۔ مثلاً مصری کی ایک ڈلی اگر کان پر رکھیں تو وہ اس کا مزہ معلوم نہ کر سکیں گے۔ اور نہ اسکے رنگ کو بتا سکیں گے۔ ایسا ہی اگر آنکھ کے سامنے کرینگے۔ تو وہ اسکے ذائقہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکیگی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ **حقائق الاشیاء** کے معلوم کرنے کیلئے مختلف قوٰے اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھ کے متعلق کسی قسم کا ذائقہ معلوم کرنا ہو اور وہ آنکھ کے سامنے پیش ہو۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اس چیز میں کوئی ذائقہ ہی نہیں۔ یا آواز نکلتی ہو۔ اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں۔ تو کب ممکن ہے آج کل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہ بڑا دھوکہ لگا ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روزمرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا۔ بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی لاتا ہے۔ دھوبی کپڑے صاف کرتا ہے باورچی کھانا پکاتا ہے۔ غرضیکہ **تقسیم محنت** کا سلسلہ ہم انسان کے خود ساختہ نظام میں بھی پاتے ہیں۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ مختلف قوتوں کے مختلف کام ہیں۔ انسان بڑے قوٰے لے کر آیا ہے۔ اور طرح طرح کی خدمتیں اس کی تکمیل کے لئے ہر ایک قوۃ کے سپرد ہیں۔ نادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ اپنی عقل خام سے چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط محض ہے۔ تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہوں گے۔ اور خواص اشیاء کا تجربہ بدوں تجربہ صحیحہ کے کیونکر لگ سکے گا۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دے گی۔ اسی طرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دھوکہ میں مبتلا ہو کر **حقائق الاشیاء** کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے۔ جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔ میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ ذرا سے فکر سے یہ بات خوب سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اور روزمرہ ان باتوں کی سچائی کو دیکھتے ہیں۔

پس روح جسم سے مفارقت کرتا ہے۔ یا تعلق پکڑتا ہے تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو فلسفی۔ حکماء ضلالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ اسی طرح پر قبور کے ساتھ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے۔ یہ ایک صداقت تو ہے۔ مگر اس کا پتہ دینا اس آنکھ کا کام نہیں یہ کشفی **آنکھ** کا کام ہے کہ وہ دکھلاتی ہے۔ اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو کوئی عقل کا پتلا اتنا ہی بتلائے کہ روح کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں۔ اور ہزار فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں۔ اگر نری عقل کا یہ کام تھا۔ تو پھر اختلاف کا کیا کام؟ کیونکہ جب آنکھ کا کام دیکھنا ہے۔ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھ تو سفید چیز کو دیکھے اور بکر کو ویسے ہی آنکھ اس سفید چیز کا ذائقہ بتلائے۔ میرا مطلب یہی ہے کہ نری عقل روح کا وجود بھی یقینی طور پر نہیں بتلا سکتی۔ چہ جائیکہ اسکی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کر سکے۔ فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں۔ اور روح فی الخارج انکے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں یہ تفاسیر روح کے وجود اور اسکے تعلق وغیرہ کی چشمۂ نبوت سے ملی ہیں اور نرے عقل والے تو دعوے ہی نہیں کر سکتے۔ اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھ لکھا ہے۔ تو یاد رکھو کہ انہوں نے منقولی طور پر چشمۂ نبوت سے کچھ لے کر کہا ہے۔ پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ روح کے متعلق علوم چشمۂ نبوت سے ملتے ہیں۔ تو یہ اگر ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اسے چشم سے دیکھنا چاہیئے۔ اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اھل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے پس جو آدمی ان قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہو سکتا ہے وہ ان تعلقات کو دیکھ سکتا ہے۔ (باقی آئندہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(نمبر ۳)

چونکہ حافظ صاحب بڑے اخلاص سے کمر دبانے کے لئے آجاتے ہیں۔ میں نے دینی توجہ کو دوسری طرف بدلنے کیلئے ان کو کہدیا کہ کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ۔ اب یہ بیچارہ نہایت اخلاص سے سناتا ہے۔ اور میں بھی ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میرا خیال ادھر متوجہ ہو۔ اور وہ ہجوم و افکار جو دماغ میں موجودہ حالت کو دیکھ دیکھ کر ہوتا ہے تھوڑی دیر کے لئے کم ہو جائے۔ مگر وہ کم ہونے میں نہیں آتا۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا کہتے ہیں اگر آپ کو ناپسند ہو تو ان کو منع کر دیا جائے۔

منشی صاحب کی حالت نہ پوچھو کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب سے کیا ہو گئے۔ ایک طرف تو ان کو اپنی جرأت پر ندامت۔ دوسری طرف حضرت کے اس جواب نے ایمان و معرفت کا ایک نیا دروازہ ان کے سامنے کھولدیا۔ کہ یہ شخص اسلام کے لئے کیا درد اور تڑپ اپنے دل میں رکھتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں آتا کہ ایک آن کے لئے بھی یہ خیال اس کے دماغ سے باہر نکل سکے۔

غرض منشی صاحب خود شناسی اور خود فراموشی کی متضاد کیفیتوں کو لے کر اٹھے۔ یہ واقعہ تفصیل سے میں حضرت کی لائف میں لکھوں گا۔ یہاں مجھے صرف یہ دکھانا تھا کہ باوجودیکہ حافظ صاحب آنکھوں سے معذور تھے اور خود فارسی زبان پڑھے ہوئے نہ تھے۔ پھر محض اس خیال سے حضرت کو شعر سناتے ہیں۔ کہ حضرت خوش ہونگے روزانہ اشعار یاد کرنا۔ اور خود ان کو سمجھنا تاکہ اس سمجھ کے بعد خاص لطف خود بھی اٹھائیں۔ اور پھر جا کر گھنٹوں خدمت کرنا اور سنانا یہ ہو نہیں سکتا جب تک ایک چنگاری دل میں نہ ہو۔ اور اپنے سید و مولیٰ کی خوشنودی کے لئے اضطراری تڑپ نہ ہو۔

انفاق فی سبیل اللہ باوجود اپنی غربت اور مسکینی کے، باوجود اپنی معذوری اور کمزوری کے چندہ دینے میں جس قدر باقاعدگی حافظ معین الدین صاحب میں پائی جاتی تھی وہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔

دولتمندوں اور آسودہ حال لوگوں کا سلسلہ کے لئے بڑی بڑی رقمیں دینا بھی بجائے خود مالی قربانی کا ایک نمونہ اور قابل قدر بات ہے۔ لیکن ایک شخص جو محض نادار ہے۔ اور جس کی آمدنی کی کوئی سبیل نہیں۔ اور جس کی طبیعت میں سوال کرنے کی عادت ہی نہیں۔ اس کا اپنے چندہ میں باقاعدہ ہونا ایسی بات نہیں کہ وہ ہمیں سبق نہ دے۔

حافظ صاحب ہمیشہ اپنے پاس ایک کاپی رکھتے تھے۔ یہ کاپی انھوں نے اسوقت بنائی تھی۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا کہ:-

> "اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا۔ تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائیگا اور کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور۔ اور لاپرواہ انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔"

اس اعلان کے بعد حافظ صاحب نے ایک کاپی بنالی۔ اور وہ باقاعدہ اپنا ماہواری چندہ دیا کرتے تھے۔ وہ اس کاپی پر کسی سے درج کرالیا کرتے تھے۔ ابتداءً وہ صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب سے اس کاپی پر اندراج کرالیا کرتے تھے۔

بعد میں جب موجودہ دفتر الفضل کے سامنے والے مکان میں جو حضرت ام المومنین نے ان کو رہنے کے لئے دیا ہوا تھا آگئے۔ تو یہ کام وہ قاضی اکمل سے لینے لگے۔ اور ان سے اس کاپی پر چندہ درج کرالیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ان کا معمول تھا کہ جب وہ چندہ ادا کرنے کے لئے اندراج کراتے تو پچھلا اندراج پڑھوا کر سن لیتے۔ ان کے اس عمل کے متعلق میں خود قاضی صاحب کی ایک تحریر درج کروں گا۔

سردست مجھ کو یہاں یہ بتانا ہے کہ انھوں نے ایسا التزام اس اشتہار کے بعد اپنے چندہ کا کیا کہ مجھے اپنی نسبت اس عمل کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔

حافظ صاحب کے اس چندہ میں حضرت ام المومنین کا نذرانہ بھی ہوتا تھا۔ یعنی سلسلہ کے مختلف مدات کے علاوہ حضرت ام المومنین کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے۔ اور پابندی کے ساتھ اس کو ادا کرتے۔ جس طرح سلسلہ کے دوسرے چندے دیتے تھے اسکو بھی لازم سمجھتے

یہ ان کے اخلاص اور عقیدت کی نذر تھی۔ حافظ صاحب کا یہ طرز عمل بہت سے سبق اپنے اندر رکھتا ہے:-

اول وہ حضرت صاحب کے اس ارشاد کی اتنی بڑی عظمت سمجھتے تھے کہ اس کے بغیر تکمیل ایمان ہو ہی نہیں سکتی۔ اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایسا قوی یقین اور ایمان تھا کہ ان سے خدانخواستہ الگ ہو جانا **موت** سے بڑھ کر تھا۔

دوسری بات جو اس سے حافظ صاحب کی سیرۃ سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ رعایت عہد کو لازمی یقین کرتے تھے۔ اور یہ ان کے کامل مومن ہونے کا ایک ثبوت تھا۔

تیسرے وہ محاسبہ کی ضرورت کا بھی احساس کرتے تھے۔ اور مالی معاملات میں لکھ لینا ضروری جانتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا کے لئے دیتے ہیں وہ جو کچھ دیتے ہیں وہ باقاعدہ دفتر محاسب میں بھی لکھا جاتا تھا۔ مگر وہ خود بھی لکھوا لیتے تھے۔ مگر ان کی غرض یہی تھی کہ حساب درست رہے

صحابہ کرام کی زندگیوں میں یہ امر خصوصیت سے قابل غور ہے کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی مضائقہ نہ کرتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر تحریک پر سب کچھ لٹا دینے کو تیار رہتے تھے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کو بڑی بڑی قربانیاں کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

حافظ صاحب کی زندگی میں یہ امر نہایت نمایاں شان رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے ان کو دیکھا ہے وہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مرتبہ **حافظ معین الدین صاحب** کے اس طرز عمل کو بطور نمونہ بیان کیا۔ ان کی حالت یہ تھی کہ ماہوار اور مستقل چندہ کے علاوہ جب ان کے پاس کچھ آجاتا تو فوراً جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دے آتے۔ باوجودیکہ حضرت صاحب ان کو کہتے کہ حافظ! تیری ضرورتوں میں کام آئے گا۔ تو رکھو —— وہ ہمیشہ یہ عرض کرتے کہ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سلسلہ کی کسی ضرورت میں صرف کر دیا جائے۔

حافظ صاحب کی زندگی کا یہ پہلو بہت کچھ شرح و بسط چاہتا ہے افسوس ہے وہ کاپی مجھے اب تک ملی نہیں۔ اسلئے کہ ان کی وفات پر میں قادیان میں نہ تھا۔ اور یہاں کسی شخص نے پرواہی نہ کی کہ اسے محفوظ رکھا جاتا۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ حافظ صاحب کی زندگی کے اس حصہ کو شمار و اعداد سے دکھا سکوں۔ وباللہ التوفیق۔

حافظ صاحب نام نہاد شاعر بھی تھے

اگرچہ حافظ صاحب شاعر نہ تھے۔ مگر پنجابی شاعری ہر قسم کی قیود سے پاک ہے۔ اس لحاظ سے حافظ معین الدین صاحب شاعر بھی تھے۔ وہ پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے۔ اور ان کی ایک تصنیف حج نامہ شائع ہوئی ہے۔ ان کی شاعری پر شاعرانہ حیثیت سے بحث مقصود نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا ہے کہ شعر سے ان کا کیا مقصد تھا۔ اور یہ بات حج نامہ دیکھنے سے ظاہر ہے اپنے نفس کی مواعظت کے لئے وہ شعر کہتے تھے۔ اور تبلیغ نفسی اور عمومی ان کے مدنظر تھی۔ کبھی وہ اس مقصد کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے احسانات کا اظہار

حافظ صاحب کا ایک یہ بھی طریق عمل تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین کے احسانات کا بکثرت اظہار کیا کرتے تھے۔ ام المومنین کا ذکر ہمیشہ "ماں جی" کے نام سے کیا کرتے تھے۔ حضرت ام المومنین عموماً کبھی حلوہ یا کوئی اور چیز خاص طور پر تیار کر کے حافظ صاحب کو بھجوا دیا کرتے تھے۔ اور جب وہ کسی دوست سے گفتگو کرتے تو اس قسم کے احسانات کا خاص طور پر ذکر کرتے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ کا بھی مقابلہ کر کے کہتے۔ کہ ایسے احسانات والدین بھی نہیں کرتے۔ میں حافظ صاحب کے اس قسم کے تذکروں سے ہمیشہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ

وہ حضرت مسیح موعود سے عاشقانہ محبت رکھتے ہیں اسلئے کہ احسانات کی یاد محبت کو بڑھاتی ہے میں نے اس محبت کے کرشموں کو ان کی زندگی میں عجیب عجیب رنگوں میں دیکھا ہے۔ وہ نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑے ہونے کی عام طور پر کوشش کرتے تھے۔ اور ان کو یہ سعادت نصیب ہوتی تھی۔ اور حضرت کے ساتھ بالکل مل کر کھڑے ہوتے تھے۔

اگر خدانخواستہ کبھی حضرت صاحب کی طبیعت ناساز ہوتی۔ تو حافظ صاحب بہت بے قرار پھرتے۔ اور سخت بیتاب ہوتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے بعد انکی حالت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ان کو سخت صدمہ ہوا ان کو حضرت صاحب کی وفات کا اولاً یقین نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب یقین ہوا تو اس سے ان کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ میں آج محسوس کرتا ہوں کہ یتیم ہو گیا۔ اب آپ کے بعد زندہ رہنے کا مزہ نہیں۔ مگر یہ امر اپنے اختیار کا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی بیعت نہایت اخلاص سے کی۔ اور جب تک آپ رہے آپ کی خدمت میں عموماً حاضر ہوتے رہتے تھے سلسلہ کے کاموں سے واقفیت رکھتے۔ اور ہر تحریک میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے۔

خلافت ثانیہ سے متعلق ایمان بڑا قوی تھا

لاہوری احباب انجمن کے بااثر ممبر

تھے۔ اور ان میں سے بعض حافظ صاحب سے بھی کبھی کچھ نہ کچھ سلوک بھی کرتے تھے۔ لیکن جب خلافت کے مسئلہ سے انھوں نے حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد اختلاف کیا تو حافظ صاحب نے نہایت کراہیت کے ساتھ ان کو رد کر دیا اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور خلافت ثانیہ کے دامن میں اسیطرح رہے جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور رہتے تھے۔ ان کو بہت افسوس ہوا کہ ان لوگوں نے کیوں مخالفت کی۔ بارہا اس رنج کا اظہار کیا کہ یہ لوگ مخالفت کر کے خدا کو ناراض کرنے والے ہو گئے ہیں۔ اور خدا کی ان نعمتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ جو اس وجود کے ذریعہ آنے والی ہیں۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت ام المومنین ہمیشہ ان کو اپنی مہربانیوں کا مورد رکھتے۔

حضرت ام المومنین نے اپنا مکان ان کو دے رکھا تھا۔ جس میں آخری وقت تک وہ رہے۔ اور اس مکان کا کوئی کرایہ ان سے نہیں لیا جاتا تھا۔ بلکہ ان کی کسی بھی ضرورت کا اگر علم ہو جاتا۔ تو فوراً اس کا انتظام ہو جاتا۔

غرض حافظ معین الدین صدق و وفا کے ایک مجسمہ تھے۔ انھوں نے حضرت اقدس کی صحبت میں ایک عرصہ دراز گذار کر ایک خاص روحانی ترقی کی تھی۔ کثرت نوافل کے وہ عادی اور تہجد نماز کے پابند تھے۔ اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے ان میں خاص جوش اور غیرت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت وہ ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔

بہت کم سخن تھے۔ اور تنہائی اور خلوت کو ہمیشہ پسند کرتے تھے۔ سوال کی عادت ہی نہ تھی۔ بہت بڑے جفاکش تھے۔ بعض اوقات توت کے پتے کھا کے گذارہ کر لیتے تھے۔ مگر سوال نہ کرتے تھے۔ غرض آپ ایک سچے مسلم اور جاں نثار صحابی کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل اور رحم کا دامن دراز کرے اور اپنی رضا کے مقام پر اٹھائے۔ آمین۔

تتمہ

اگرچہ حضرت حافظ معین الدین صاحب کے حالات میں اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن میں اپنی علالت کی وجہ سے زیادہ محنت نہیں کر سکتا۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ انشاء اللہ العزیز ان کلمات طیبات کو جمع کر دوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف اوقات میں حضرت حافظ صاحب کے متعلق فرمائے۔

میں آج کا مضمون ختم کر چکا تھا کہ برادر محترم قاضی اکمل صاحب نے میرے پاس دیوان حافظ کا ایک نسخہ بھیجدیا۔ میں نے حضرت اکمل صاحب کو لکھا تھا کہ حافظ صاحب آپ کے سامنے رہتے تھے اگر آپ کچھ ان کی نسبت لکھدیں تو بہتر ہو۔ مگر وہ درد سر کے دورہ میں مبتلا تھے۔ لیکن قدرت عجیب کام کرتی ہے۔ میرے رقعہ کا جواب انھوں نے دیا تھا کہ ان کے پاس دیوان حافظ آ گیا۔ تب انھیں وہ غزل یاد آ گئی جو حافظ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنائی تھی۔ اور حضرت اکمل صاحب کو بھی اس کی اطلاع تھی۔ میں اس غزل کو صرف اسلئے درج کرتا ہوں کہ اس سے حافظ صاحب کے ذوق سلیم کا پتہ ملتا ہے کہ عموماً وہ ایسے اشعار یاد کیا کرتے تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناسب حال ہوں۔ اس سے ان کی معرفت کا بھی پتہ لگتا ہے جو حضرت اقدس سے متعلق رکھتے تھے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب ہی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات حضور ایسی بات فرما دیتے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ باوجود دیر ہو جانے کے آپ کچھ بھی نہیں سن رہے تھے اپنے ہی تفکرات میں محو تھے"! وہ تفکرات کیا تھے حضور نے خود جواب دیا ہے ؎

این دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں

بہر حال وہ غزل حافظ کی یہ ہے۔ احباب غور سے پڑھیں کہ وہ بالکل حضور کے حسب حال ہے:—

ہزار دشمنم ار میکنند قصد ہلاک
گرم تو دوستی از دشمناں ندارم باک

مرا امید وصال تو زندہ میدارد
وگرنہ ہر دمم از ہجر تست بیم ہلاک

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک

رود بخواب دو چشم از خیال تو ہیہات
بود صبور دل اندر فراق تو خاشاک

اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگری مرہم
وگر تو زہر دہی بہ کہ دیگری تریاک

ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند
بقدر بینش خود ہر کسی کند ادراک

عناں نہ پیچم اگر میزنی بشمشیرم
سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک

بچشم خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روی مسکنت بر خاک

کیا آپ نے الحکم کی توسیع اشاعت کا کام شروع فرما دیا؟ (منیجر)

صداقتِ احمدیت ۵۰۰ اور ۲۱۰۰۰ اکیس ہزار روپیہ کے انعامات

کامل اتمام حجت

مخالفین کے مکروہ طریق

چند روز ہوئے ایک چار صفحے کا گمنام اشتہار خاکسار کی نظر سے گزرا۔ جس کا عنوان "قادیانی مذہب کی حقیقت" تھا۔ یہ وہی اشتہار ہے جو چند سال ہوئے انجمن اہلحدیث سکندرآباد نے اپنے نام سے شائع کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی اشتہارات شائع کئے گئے ہیں۔ ان میں صرف وہی پرانی باتیں دہرائی جا رہی ہیں۔ جن کے متعلق بارہا ہمارے سلسلے کی طرف سے جوابات شائع کئے گئے ہیں اس خیال سے کہ صداقت احمدیت لوگوں پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ ہمارے مخالفین قسم قسم کے مکروہ طریقوں سے کام لے رہے ہیں۔ اگر کسی کتاب کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے تو اس طرح کہ اس میں حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ اور یہ اس کے خلاف بیان کرتے ہیں۔ تا لوگوں کے دل میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق بدظنی پیدا ہو جائے۔ حتیٰ کہ یہ لوگ سرور الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ میں بھی اپنی نفسانیت کے مطابق تبدیلی کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔

احادیث میں تصرف و تحریف

مثلاً اسی تازہ گمنام اشتہار کو دیکھو۔ اس کے پہلے صفحہ پر صحیح بخاری کے حوالے کے ساتھ ایک مشہور حدیث اس طرح بیان کی گئی ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء یعنی تم کیسے ہوگے جب حضرت عیسےٰ ابن مریم تم میں آسمان سے اتریگے۔ حالانکہ اصل حدیث اس طرح ہے:۔ کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم یعنی تم کیسے ہوگے جب ابن مریم تم میں نازل ہونگے۔ وہ تم میں سے تمہارے امام ہوں گے۔ (صحیح بخاری) یعنی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم مسلمانوں میں سے ایک شخص تمہارا امام ہوگا وہی ابن مریم ہوگا۔ مگر ہمارے مخالفین اپنے غلط عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصل الفاظ امامکم منکم کاٹ کر اس کی عوض اپنی طرف سے من السماء کے الفاظ داخل کرتے ہیں یعنی آسمان سے اتریگے۔ جب پہلی بار سکندرآباد کے اہل حدیثوں نے یہ اشتہار شائع کیا۔ تو اسوقت بھی خاکسار نے اس کے جواب میں ایک اشتہار شائع کیا تھا کہ اگر صحیح بخاری سے امامکم منکم کے عوض من السماء کے الفاظ ثابت کئے جائیں۔ تو خاکسار ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہے۔ مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ نہ اس کی اصلاح کی۔ بلکہ اب بھی وہی دھوکا و فریب اس تازہ اشتہار میں بھی قائم رکھا۔

ایک ہزار روپیہ انعام

اگر اب بھی اس اشتہار کے دیکھنے والے یا ہمارے مخالفین میں سے کوئی اور صاحب صحیح بخاری سے یہ ثابت کر دیں کہ مذکورہ حدیث میں امامکم منکم نہیں بلکہ من السماء کے الفاظ ہیں۔ تو خاکسار اب بھی ایک ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہے۔

خوب یاد رہے کہ اس طرح خدا کی مخلوق کو دھوکہ دینا اور ان کی آخرت تباہ کرنا کوئی معمولی گناہ نہیں۔ مرنے کے بعد اس کا نتیجہ معلوم ہوگا۔

دس ہزار روپیہ انعام

سنہ ۱۳۳۶ھ یعنی سولہ سال ہوئے خاکسار نے ایک چیلنج نامی رسالہ شائع کیا تھا جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علےٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی یقیناً اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو ان کیلئے ان کا دین تازہ کرے گا۔ اس کے مطابق ہر صدی کے شروع میں ربانی مجددین کا ظہور برابر ہوتا رہا۔ مثلاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت سید محمد جونپوریؒ۔ شیخ احمد سرہندی رح مجدد الف ثانی امام ربانی وغیرہ۔ جن کو آج لاکھوں لوگ اس زمانہ کے صادق مجدد مانتے ہیں۔

اسی طرح خدا تعالیٰ نے اس صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مبعوث فرمایا آپ نہ صرف چودھویں صدی کے مجدد اعظم ہیں۔ بلکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح مہدی و نبی بھی ہیں۔ جس کے ثبوت میں قرآن شریف احادیث وغیرہ سے صدہا دلائل بھی شائع کئے گئے ہیں۔ لاکھوں لوگوں نے آپ کو اپنے تمام دعاوی میں صادق پایا۔ اور آپ کا سلسلہ تمام دنیا میں مشہور ہوگیا۔ یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ صدی کا مجدد جس کو خدا تعالیٰ خود منتخب کر کے مبعوث فرماتا ہے۔ وہ ہرگز جھوٹے دعاوی شائع نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالےٰ کے نزدیک صادق نہ ہوتے تو خدا تعالیٰ خود آپ کو اور آپکے سلسلہ کو تباہ کرکے اپنے صادق مدعی کی صداقت دنیا میں ثابت کرتا۔ مگر اس چودھویں صدی کے پچاس سال گزر گئے۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے دوسرے کسی شخص کو آپکے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی توفیق و جرأت عطا نہ فرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں۔ پھر بھی جو شخص آپ کو نہیں مانتا۔ اس پر فرض ہے کہ دوسرے کسی شخص کو جو اس منصب کا مدعی ہو۔ اور جس کو لاکھوں لوگوں نے اس صدی کا صادق مجدد مان لیا ہو جس طرح گزشتہ صدیوں کے مجددین مانے گئے ہیں۔ اس کو پبلک میں پیش کرے۔ ہم دس ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہیں۔ ورنہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق جاہلیت کی موت مرنا ہوگا۔

یہ چیلنج نام رسالہ اور احمدیت کے متعلق دوسرے مضامین اردو انگریزی وغیرہ زبانوں میں صرف ایک کارڈ میرے نام بھیجنے پر مفت مل سکتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے دسہزار سات سو روپیہ انعامات

۱۹۲۳ء میں یعنی گیارہ سال ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسر سے یہاں تشریف لائے تھے۔ احمدیت کیخلاف سکندرآباد حیدرآباد میں بہت لیکچر دیتے رہے۔ اس لئے ان کو ایک اشتہار کے ذریعہ یہ پیغام پہنچا دیا گیا کہ اگر درحقیقت وہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں صادق نہیں مانتے بلکہ کافر مفتری و خارج از اسلام قرار دیتے ہیں (نعوذ باللہ) تو یہی عقائد وہ ایک خاص جلسے میں حلفاً بیان کریں تو ہم ان کو پانچ سو روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں۔ مگر آپنے منظور نہیں کیا اور کئی قسم کے عذرات کرکے ٹالدیا۔ مثلاً یہ کہا کہ:۔ "اگر مینے حلف اٹھا لیا تو نہ صرف پانچ سو روپیہ نقد لوں گا۔ بلکہ اگر ایک سال زندہ رہا تو تم کو اور خلیفہ قادیان کو قادیانی مذہب چھوڑنا ہوگا۔ اہلحدیث ہونا ہوگا۔ میرے ساتھ ملکر مرزا صاحب کی تکذیب کرنی ہوگی۔ ورنہ دس ہزار ۱۰۰۰۰ روپیہ نقد دینا ہوگا" وغیرہ وغیرہ

مولوی ثناء اللہ کا حلف سے گریز

معزز ناظرین! یہ غور فرمایئے۔ حق و باطل کا تصفیہ کرنیکا ایک دینی معاملہ تھا۔ جو عقائد وہ اپنے لیکچروں میں پبلک کو سناتے تھے ان ہی عقائد کو فقط حلفاً دہرانا تھا۔ اس میں ہرج ہی کیا تھا۔ بلکہ اس دینی خدمت کے لئے پانچسو روپیہ اسی وقت نقد مل جاتا تھا۔ اگر اس طرح کوئی عیسائی کسی مسلمان عالم سے یہ کہتا کہ اگر تمہارا اسلام مذہب حق ہے۔ اور عیسائی مذہب باطل۔ تو یہ عقائد تم حلفاً بیان کر دو میں پانچسو روپیہ نقد دیتا ہوں تو کیا کوئی عالم انکار کرتا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کو وہ اپنی بڑی سعادت سمجھتا۔ یہ تو ہم خرما و ہم ثواب کا معاملہ تھا۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو نہ صرف پانچسو روپیہ بلکہ ان کے مطالبہ کے مطابق اور بھی دس ہزار روپیہ دینا خاکسار نے منظور کیا۔ پھر بھی وہ بغیر حلف اٹھانے کے سکندرآباد سے رخصت ہو گئے۔ تعجب ہے کہ وہ اپنی تقریروں میں اور تحریروں میں بہت کچھ شیخی کرتے رہتے ہیں۔ مگر عین مقابلہ کیوقت گریز کر جاتے ہیں۔ افسوس ہمارے غیر احمدی بھائی کیسے شخص کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور اسی کو اپنا دار و مدار سمجھتے ہیں اور اسی کو شیر پنجاب فاتح قادیان قرار دیتے ہیں۔ عجب شیر۔ عجب فاتح اور عجب اس کے پیرو ہیں۔

سابقہ اشتہارات۔ اس حقیقت کو صحیح ثابت کرنیکے لئے اسوقت کے دو اشتہار بھی یہاں شائع کئے جاتے ہیں:۔

نقل اشتہار مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں ہمارے شہر کے ایک معزز و محترم باوقار انسان یعنی عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصود سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تاکہ ان کو ہدایت ہو جائے۔ اسلئے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لئے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس سفر کی مقدم غرض یہی ہے کہ مجھکو ہدایت ہو جائے۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں۔ مگر قبل اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حلف اٹھائیں ضروری ہوگا۔ کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدرآباد و سکندرآباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان

حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں۔ اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے آخری دن تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کروں گا۔ اور نہ بیان کروں گا۔ ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار رہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں۔ مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال بھر تک انکار نہ کریں۔

میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ایک سال تک صحیح و سلامت زندہ رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک و غضبناک عذاب نہ آیا۔ تو میں اہلحدیث ہو جاؤں گا یا مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کروں گا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں:۔ جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسۂ عام میں تین مرتبہ دہرائینگے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے۔

" میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں۔ کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا۔ اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں۔ اور عبداللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا۔ مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی و الہامات جو چودھویں صدی کے مجدد و امام وقت و مسیح موعود و مہدی موعود و امتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ و افترا اور دھوکہ و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام وفات نہیں پاتے۔ بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کرکے اسلام کو دنیا میں پھیلا دینگے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں۔ نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں۔ نہ امتی نبی ہیں۔ بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب میں ان کو مفتری۔ کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں اگر میرے یہ عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالیٰ کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین و آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار اور غالب و منتقم حقیقی ہے۔ اور تو ہی علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی و الہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں۔ اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں۔ تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر۔ یا کسی ایسی غضبناک و عبرتناک عذاب میں مبتلا کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا۔ اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ملی ہے۔ آمین۔ آمین۔ آمین

نوٹ:۔ اس عبارت حلف میں اگر کوئی ایسا عقیدہ درج ہو جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نہیں مانتے۔ تو میرے نام ان کی دستخطی تحریر آنے پر اس عقیدہ کو حلف سے خارج کر دوں گا۔

خاکسار:۔ عبداللہ الہ دین۔ الہ دین بلڈنگس سکندر آباد ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

نقل اشتہار مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور ان کے ہمخیالوں پر آخری اتمام حجت

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی و الہامات کے مخالف ہیں اپنے عقائد ظاہر کرتے ہیں۔ اور جن سے متعلق سکندر آباد و حیدر آباد میں انھوں نے بہت لیکچر دئے ہیں۔ اگر درحقیقت ان عقائد میں مولوی ثناء اللہ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب حق پر نہیں ہیں اور جو عقائد مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔ تو کیوں مولوی صاحب ان عقائد کو حلفاً بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مولوی صاحب خود اپنی تفسیر ثنائی جلد اول ص۱۹۳ میں لکھتے ہیں کہ " گواہی نہ چھپاؤ۔ جو کوئی اسکو چھپائے گا۔ خواہ کسی غرض سے چھپا دے تو جان لو اس کا دل بگڑا ہوا ہے " یہ قرآن شریف کی آیت شریفہ کا ترجمہ ہے۔ اور حکم الٰہی ہے کہ شہادت کو چھپاؤ نہیں بلکہ ظاہر کرو۔ تو پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اس حکم کی تعمیل کیوں نہیں کرتے۔ یہ شہادت ایسی تھی۔ کہ اس کے لئے مولوی صاحب کو محض ثواب کی خاطر بھی تیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر جب انھوں نے ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کے اشتہار میں دس ہزار روپیہ کا مجھ سے مطالبہ کیا۔ تو وہ بھی میں نے دینا منظور کیا۔ اب میں آخری اتمام حجت کے طور پر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی صاحب میرے اشتہار مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء کے الفاظ و شرائط کے مطابق اب بھی حلف اٹھانے کو تیار ہو جائیں (ہاں اس میں سے جو عقائد نہ مانتے ہوں وہ ان کی دستخطی تحریر آنے پر نکال دیئے جاسکتے ہیں) تو میں ان کو مبلغ پانچسو روپیہ نقد بھی دینے کو تیار ہوں۔ جس کا مولوی صاحب حلف کے وقت ہی مطالبہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ایک سال تک موت یا عبرتناک عذاب سے جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو بچ جائیں۔ تو پھر دس ہزار روپیہ اور ان کو نقد دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہم خیالوں میں سے۔ جو کوئی صاحب ان کو اس بات کے لئے آمادہ کریں گے دو صد روپیہ ان کو بھی انعام دیا جائے گا۔ اگر اب بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے میرے اشتہار مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء کے مطابق حلف اٹھانے سے گریز کیا۔ تو مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے ہمخیالوں پر ہماری طرف سے ہر طرح اتمام حجت سمجھی جائے گی۔ اور آئندہ کے لئے ان کو کسی طرح حق نہ ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب یا آپ کی جماعت کے عقائد پر بیجا حملے کریں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس حلف کے لئے میں نے ابتداء سے اس لئے منتخب کیا ہے کہ انھوں نے حضرت میرزا صاحب کی کتابوں کا کافی مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور بذریعہ کئی مباحثات کے ان پر حجت پوری ہو چکی ہے۔ فقط۔

مورخہ ۱۹ رجب ۱۳۴۱ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۲۳ء

(خاکسار عبداللہ الہ دین احمدی)

مولوی ثناء اللہ صاحب کو حلف پر آمادہ کرکے انعام لو

مذکورہ بالا کارروائی کو گیارہ سال کی مدت گزر گئی ہے۔ اب کچھ عرصہ ہوا۔ کہ ہمارے مخالفین پھر کچھ زور دکھا رہے ہیں۔ اور پھر اسی قسم کی اشتہار بازی شروع کی گئی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب خود ہی اپنے آپ کو لاثانی مخالف قرار دے رہے ہیں۔ اور مقابلہ پر بلا رہے ہیں اسلئے یہ خاکسار پھر ان کو وہی

حلف اٹھانے کی دعوت

دیتا ہے۔ اور پھر ان کے لئے پہلے کی طرح ایک انعام **پانچصد روپیہ** اور دوسرا **دس ہزار روپیہ** کا مقرر کرتا ہے۔ اور ہمارے غیر احمدی بھائیوں میں سے جو شخص بھی ان کو حلف اٹھانے کے لئے آمادہ کرے گا۔ اسکے لئے بھی آگے کے مطابق **دو صد روپیہ انعام** تیار ہے۔

اب بھی اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حلف اٹھانے سے گریز کیا تو

اے آسمان و زمین تم گواہ رہو

کہ ہم نے ہر طرح سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین و منکرین پر اتمام حجت کر دی۔ اب ان کے اور خدا کے درمیان معاملہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

خاکسار
عبداللہ الہ دین احمدی
الہ دین بلڈنگ۔ سکندر آباد دکن

درخواست دعا جماعت احمدیہ کالی کٹ مالابار کو دشمن آجکل ہر رنگ میں تکالیف پہنچا رہے ہیں۔ تمام جماعتیں ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور کر دے۔ اور جلد وہاں احمدیت کو ترقی عطا فرماوے۔ والسلام۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ
۲۷/۲/۳۴

حیات نور کا ایک صفحہ

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ایک بایوگرافی شائع ہو چکی ہے۔ حیات نور ایک الگ چیز ہے۔ نور الدین اعظم کی لائف کے متفرق اوراق الحکم کے فائلوں میں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ مجھے یا کسی اور کو توفیق دیگا۔ تو ان کو مجموعی صورت میں شائع کر دے گا۔ اس بایوگرافی کی صورت میں حضرت خلیفہ اول کے بعض خصوصیات مینے مرتب کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حصہ تیار ہے۔ انشاء اللہ کبھی شائع ہو جائے گا۔ اس کا یہ ایک صفحہ دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین اندازہ کر سکیں۔ (عرفانی)

قرآن کریم کی عظمت و محبت کا اثر

حضرت نورالدین کے دل پر قرآن کریم کی عظمت اور محبت کا اثر فطرتی تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (جن کی نسل سے نورالدینؓ تھا) قرآن کریم کی آیات ہی کی تاثیر سے ہی جاں ستاں سے جاں فروش ہو گئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار خادم بن گئے تھے۔ وہی جذبہ وہی تاثیر قرآن کریم سے محبت و عشق کی نورالدین میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ اتنی دور ہی کا اثر نہ تھا۔ بلکہ نورالدین سے اوپر گیارھویں پشت تک برابر حفاظ قرآن کریم کا سلسلہ چلا جاتا ہے

خود نورالدینؓ کی والدہ اور باپ کو قرآن کریم سے انتہا درجہ کی محبت تھی۔ نورالدینؓ کے باپ نے جب اپنی سب سے بڑی بیٹی کی شادی کی تو رسوم متعارفہ کی پابندی کے عہد شدید میں بھی جہیز میں جو سب سے بلند پایہ چیز نورالدین کے باپ نے بیٹی کی وہ قرآن مجید تھا۔ چنانچہ نورالدین خود کہتا ہے۔

”جب ہماری سب سے بڑی بہن کی شادی ہوئی تو ہمارے باپ نے جہیز میں سب سے اوپر قرآن مجید رکھ دیا۔ اور کہا کہ ہماری طرف سے یہی ہے۔ اس قرآن شریف کا کاغذ حریری باریک اور بڑی محنت اور صرف زر سے میسر ہوا تھا۔ جلالپور جٹاں کے مولوی نور احمد صاحب نے سو روپیہ میں صرف لکھ کر دیا۔ جدول۔ رول۔ آیتیں بنانا رنگ بھرنا۔ سونے کا پانی پھیرنا وغیرہ علاوہ“ (۲۲ر ستمبر ۱۹۰۹ء بعد نماز عصر)

یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ جب روپیہ کی قیمت آج کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ اور یہ سو روپیہ زمانہ حال کے کئی ہزار کے برابر کہا جا سکتا ہے۔ اور اپنی والدہ کے متعلق نورالدینؓ کا بیان ہے کہ:-

”میری ماں اچھی پڑھی ہوئی اور قرآن شریف کو خوب سمجھتی سمجھاتی تھیں۔ وہ اعوان قوم میں سے تھیں“ (۱۵ر مارچ ۱۹۰۷ء)

”والدہ صاحبہ جن سے ہزاروں لڑکیوں اور لڑکوں نے قرآن شریف پڑھا ہے۔ (دسمبر ۱۹۰۶ء)

”میری ماں کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی اتفاق ہوتا تھا۔ انھوں نے تیرہ برس کی عمر سے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا چنانچہ یہ انکا اثر ہے کہ سب بھائیوں کو قرآن شریف سے بہت ہی شوق رہا ہے (۸ر جون ۱۹۰۹ء قبل عصر در مسجد مبارک)

غرض نورالدین قرآن کریم سے محبت و عشق اپنی فطرت میں ماں کے پیٹ سے لے کر آیا تھا۔ جن حالات میں نورالدین نے پرورش پائی وہ ہر حالت میں اسکو قرآن مجید سے خاص تعلق پیدا کرنے کے موئد رہے۔

نورالدین نے قرآن کریم ماں کی گود میں پڑھا

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ نورالدین کی ماں کو قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کا خاص شوق تھا۔ ان کے ہاں قرآن مجید کی تعلیم کا ایک باقاعدہ اور غیر مسلسل مدرسہ تھا۔ ایسی ماں کی گود میں قرآن مجید کا پڑھ لینا نورالدین کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ چنانچہ نورالدین خود کہتا ہے کہ

”ابتداء میں مینے اپنی ماں کی گود میں قرآن شریف پڑھا ہے اور انھیں سے پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھی اور سنی ہیں اور کچھ حصہ قرآن شریف کا والدہ صاحبہ سے بھی پڑھا“

اس زمانہ میں قرآن مجید کا پڑھ لینا تو کوئی بڑی بات تھی عام طور پر مسلمان بچوں کو قرآن شریف پڑھایا جاتا تھا۔ لیکن جو بات نورالدین کو ممتاز کرتی ہے وہ قرآن مجید کا فہم اور اسکا عمل ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ ان کی زندگی کے واقعات میں اس بات کا مشاہدہ کریں کہ قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف نورالدین کو کس طرح توجہ ہوئی؟ —

قرآن مجید کے ترجمہ کیطرف متوجہ ہونا

نورالدینؓ قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہونے کو ایک عظیم انسان نعمت خود قرار دیتا ہے اور لاریب یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ خصوصاً جب تیرھویں صدی کے اس حصہ کی تاریخ سے واقفیت ہو جبکہ قرآن مجید کا ترجمہ کرنا بھی ایک گناہ عظیم (نعوذ باللہ) سمجھا گیا تھا۔ اور دہلی کے عظیم الشان انسان پر ترجمہ کرنے کے الزام میں خطرناک حملہ کرنے کا منصوبہ کیا گیا۔ جہالت اور تاریکی کے اس عہد میں نورالدین کو یکایک قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اسباب عجیب ہیں۔ نورالدینؓ ہی کے الفاظ میں سنو۔

”جناب الٰہی کے انعامات سے سے یہ بات تھی کہ ایک شخص غدر میں کلکتہ کے تاجر کتب جو مجاہدین کے پاس اس زمانہ میں روپیہ لے جایا کرتے تھے۔ ہمارے مکان میں اترے۔ انھوں نے قرآن کریم کے ترجمہ کی طرف یا یہ کہنا چاہیے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف مجھے متوجہ کیا جس کے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی زندگی بسر کرتا ہوں وذالک فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون“

اسوقت نورالدینؓ کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ تھی جب پہلی مرتبہ آپ کو قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف توجہ ہوئی۔ اور یہ ایک بیج تھا جو قرآن کریم کے ایک بے نظیر عالم اور حقیقی مسلم کے دل میں بویا گیا۔ پھر یہ درخت اس قدر بار آور ہوا کہ آج لاریب ہزاروں انسان ہیں جنھوں نے نورالدین کے منہ سے ان معارف قرآنی کو سنا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نورالدین کو عطا فرماتے (خدا کا شکر ہے کہ راقم بھی انھیں میں سے ایک ہے بلکہ ان معارف کی نشر و اشاعت کی نعمت بھی پا چکا ہے والحمد للہ علیٰ ذالک) نورالدین کا یہ شوق یہ ذوق اور جوش محض اس غرض اور نیت سے نہ تھا۔ کہ وہ عالم کہلائے۔ بلکہ ان کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم پر عملی قوت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت نورالدینؓ نے بالآخر اپنے درس قرآن مجید میں فرمایا کہ

”قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے۔ اور تلاوت کی اصل غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے“

اسلئے انھوں نے اپنی تمام عمر میں اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ غرض قرآن مجید کے ترجمہ کی طرف جب نورالدین کی توجہ ہوئی۔ تو انھوں نے قرآن مجید کے فہم کے لئے اپنی تمام طاقتوں کو مبذول کیا اور کسی نافہم مقلد کی طرح نہیں بلکہ خود اپنا نفس مطہر کر کے قرآن مجید کے مطالب و منشار کے سمجھنے کے لئے خدا میں ہو کر تسلی کی۔ تاکہ حقیقت و معرفت کے دروازے کھل جاویں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔

تمام علوم اور کتب کا پڑھنا محض قرآن کریم کی محبت ہی کیلئے تھا

نورالدین کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ اور ہر وقت وہ اس شغل کو جاری رکھتے تھے۔ بلا مبالغہ لاکھوں روپیہ اس شوق پر خرچ کیا۔ مگر یہ مطالعہ کتب اور یہ اخراجات محض قرآن کریم کی محبت کا ایک کرشمہ تھے۔ نورالدین آخر عمر میں جب گھوڑی سے گر کر بیمار ہوا تو اسوقت کسی نادان نے اعتراض کیا کہ یہ چوٹ محض اسلئے لگی ہے کہ نورالدین نے ہزاروں ہزار کتابیں پڑھی ہیں۔ نورالدین نے ۱۹۱۱ء کے سالانہ جلسہ میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

مجھے کیا پسند ہے؟ خدا کی کتاب

”مجھے قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی ہے۔ ایک احمق نے پڑھ کر ایک بات کہی ہے۔ وہ مجھے کہتا ہے کہ تمہارے سر کو چوٹ کیوں لگی؟ اور وہ کیوں کھلا گیا؟ وہ احمق اس چوٹ کی وجہ بتاتا ہے کہ تم نے ہزاروں ہزار کتابیں پڑھیں۔ مگر قرآن شریف کو چھوڑ دیا اسواسطے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا کے موافق تمہیں چوٹ دیا اور سر کھلا گیا۔ وہ احمق نہیں جانتا کہ میرا سر خدا ہی کے فضل سے بالکل محفوظ ہے۔ باوجودیکہ تم نے دیکھا کہ چوٹ لگی اور سال گذشتہ کے ان ہی دنوں میں بچنے کی امید نہ تھی۔ کلورا فارم کے ذریعہ اور کلورافارم کے بدوں بھی اس زخم پر عمل جراحی ہوا۔ مگر ڈاکٹر اور دوسرے لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دماغ کی کیسی حفاظت فرمائی جو لوگ میری صحبت میں رہتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے زیادہ مجھے کوئی چیز عزیز نہیں۔ اور میری غذا جس میں زندہ رہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی کتاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور محض فضل سے مجھے اس کتاب کی محبت اور فہم دیا ہے اور مینے دیکھا ہے کہ یہ اسی کا رحم ہے کہ اس کتاب کا فہم کرنے والا بالکل ہوش پھر اللہ تعالیٰ نے میری دماغی قوتوں کی خود حفاظت فرمائی ہے۔ یہ احمق کو غلطی لگی ہے جو وہ سمجھتا ہے میرا سر کھل گیا“

۲۶ر مئی ۱۹۳۴ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے جبکہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابی کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں اس مقصد کو مدنظر رکھ کر میں ۲۶ر مئی کو "الحکم" کا ایک خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کی

پانچ ہزار کاپیوں کی اشاعت

کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اسکے لئے میں صرف پچاس محبان مسیح موعود علیہ السلام کو پکارتا ہوں کہ وہ ایک ایک سو کاپی لیکر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر الحکم کے پورے ۴۸ صفحے پر شائع ہوگا۔ اسمیں اول سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت، سیرت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ نمونہ کاپی کے خریدار کو ساڑھے بارہ روپے فی سیکڑہ کے حساب سے دیا جائے گا۔ ایک کاپی کی قیمت چار آنے ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خادم ہیں سے پچاس ایسے اشخاص اپنے نام دے دیں گے جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔

اگر پانچہزار کاپی پوری نہ ہو سکی۔ تو میں نہایت افسوس کے ساتھ اس کی اشاعت ملتوی کردوں گا۔ اسلئے مارچ کے آخر تک اس تعداد کو پورا کر دیا جائے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپکا حافظ و ناصر ہو۔ (خاکسار عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات

اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی اب پانچویں جلد شائع ہوگئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے پہلے نمبر میں حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوبات ہیں اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ جبتک کہ مکتوبات کا ذخیرہ ختم نہ ہو جائے۔ اس جلد کے تیسرے نمبر میں چوہدری رستم علی خان رضی اللہ عنہ کے نام کے مکتوبات ہیں۔ اور چوتھے نمبر میں حضرت نواب محمد علیخان صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالےٰ کے نام مکتوبات ہیں۔

اس سلسلہ کی ہر نمبر کی قیمت سردست ایک روپیہ ہے۔

لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جائے گی۔ تو قیمت نصف کر دیجائے گی۔

تھوڑی جلدیں طبع ہوئی ہیں احباب جلد منگوالیں

ملنے کا پتہ:۔ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان (پنجاب)

احباب سے ایک درخواست

الحکم کے قدیم سرپرستوں کو (جو اب تک خدا کے فضل سے زندہ ہیں) الحکم کا پرچہ ارسال ہے۔ اور مجھے ہرگونہ یقین ہے کہ وہ اس کی سرپرستی میں اپنی مسرت یقین کرینگے۔ اور اگر وہ کسی وجہ سے خریدار رہنا نہ چاہیں۔ از راہ کرم بو الیسی ڈاک اطلاع دیں۔ ایسا ہی جن دوسرے احباب کی خدمت میں بغرض تحریک خریداری پرچہ بھیجا جائے۔ اگر وہ خریدار نہ ہونا چاہیں تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔ الحکم کے اس دور میں میں چاہتا ہوں کہ بقایا کا کوئی حساب نہ رہے۔ میں جذبات آفریں الفاظ میں کوئی اپیل نہیں کرتا۔ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

الحکم کے احیاء و بقا کی تحریک میں حصہ لینا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بازو کو قائم رکھنے کے ثواب و سعادت سے بہرہ اندوز ہونا ہے

(عرفانی)

مشاہداتِ عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلادِ اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلاد اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے

نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لے کر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑ لی ہے اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگے گا کہ قعر مذلت سے نکلکر بام رفعت پر کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام جہاں جہاں مصنف گیا ہے۔ معمولی نظر سے نہیں ملکہ شوق افزا صورت میں واقعات اور تاریخ کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔ قیمت جلد اول دو روپے آٹھ آنے۔ محصولڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ منیجر اخبار الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپا اور الحکم آفس واقع تراب منزل۔ الحکم سٹریٹ قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوا)